OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

فن فقہ الحدیث اور اس کے امتیازات

An Introduction to *Fiqh al-Ḥadīth* and its Peculiarities

Dr. Hafiz Hamid Hammad
Assistant Professorof Islamic Studies, Government College University, Faisalabad
Dr. Munir Azher
Assistant Professorof Islamic Studies, The Islamia University of Bhawalpur, Bhawalnagar Campus

Abstract

Jurisprudence is of special importance in the Islamic sciences because it is on the one hand linked with Quran and Sunnah which are source of Shariah, and on the other hand it is linked with the understanding of the event. In this area of knowledge, Problems are solved in the light of Sharia after understanding Quran and Sunnah. This is a gift from Allah Almighty who bestows on whom He wants. This knowledge is obtained in the form of a divine gift after true commitment to the Shariah. This knowledge gives clarity in confusing ideas. There is a school of thought in Islamic jurisprudence called Fiqh-ul-Hadith. In this school of thought, there is a lot of emphasis on to stick and hold on Hadith and seerah. This knowledge is comprised guidance of various life forms. There are even some skilled persons whose knowledge is benefiting a world. In this article, it is tried to introduce this school of thought of Islamic jurisprudence, its privileges and features, its sources and experts.

Keywords: Introduction to Fiqh-ul-Hadith and its distinctions

تمہید

لغوی طور پر نئی چیز کا نام حدیث ہے، اس کی جمع خلاف قاعدہ "احادیث" آتی ہے۔ اسی طرح ہر بات پر "حدیث" کا اطلاق ہوتا ہے۔[1] اصول فقہ والوں کے ہاں حدیث نبی ﷺ کے اقوال، افعال اور تقریرات کو کہا جاتا ہے۔ محدثین کے نزدیک حدیث کی

CC BY

تعریف یہ ہے: "ما أضيف إلى النبى صلى الله عليه وسلم من قول أو فعل أو تقرير أو صفة أو يوم أو حال" [2] فقہ الحدیث سے مراد "تفقہ فی الحدیث" ہے جو کہ حدیث کے معنی و مفہوم، اس کی نص سے استخراج احکام، مشکل الفاظ کی وضاحت، اختلاف اور تعارض کی صورت میں اس کی بہتر توجیہ اور تطبیق وغیرہ کو شامل ہے۔ امام طیبیؒ فرماتے ہیں: "هو ما تضمنه متن الحديث من الأحكام والآداب المستنبطة" "فقہ الحدیث سے مراد وہ مستنبط احکام اور آداب ہیں جن کو متن حدیث اپنے اندر سموئے ہوئے ہوتا ہے۔" [3] اسی طرح حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: "هو استنباط معانى الحديث واستخراج لطائفه وأحكامه من الحديث وتراجم الأبواب الدالة على ماله وصلة بالحديث المروى فيه على فهم السلف الصالح۔" "حدیث اور تراجم ابواب جن کا مروی حدیث کے ساتھ تعلق ہوتا ہے، سے معانی حدیث کے استنباط اور اس سے لطائف اور احکام کو سلف صالحین کے فہم کے مطابق استخراج کا نام "فقہ الحدیث" ہے۔" [4]

سابقہ تحقیقات کا جائزہ

موضوع کے اعتبار سے اسلامی ادب میں کئی مقامات پر اس حوالے سے گفتگو موجود ہے مثلاً شاہ ولی اللہ کی کتاب حجۃ اللہ البالغہ یا مقاصد شریعت کے موضوع پر لکھی گئی کتب۔ بلکہ ان سے پہلے امام بخاری، امام نووی اور امام حاکم کے کلام سے بھی مذکورہ موضوع پر گفتگو ملتی ہے تاہم فقہ الحدیث کو بطور فن اور جدید مروج اسالیب کے مطابق متعارف کروانے پر شاید یہ پہلی کاوش ہو۔

فقہ الحدیث کی اہمیت

بلا شبہ حدیث کے الفاظ کا حفظ کر لینا بہت مبارک عمل ہے اور بہت سی احادیث میں اس کی فضیلت وارد ہے۔ (جیسا کہ فرمان نبوی ہے: نَضَّرَ اللَّهُ امْرَأً سَمِعَ مِنَّا شَيْئًا فَبَلَّغَهُ كَمَا سَمِعَ، فَرُبَّ مُبَلِّغٍ أَوْعَى مِنْ سَامِعٍ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ "اللہ اس شخص کو سرسبز و شاداب رکھے جو ہم سے کوئی بات سنے اور پھر اسے ویسے ہی آگے پہنچا دے جیسے اس نے سنی کیونکہ بعض وہ لوگ جنہیں کوئی بات پہنچائی جائے وہ اسے سننے والے سے زیادہ یاد رکھتے ہیں۔ جامع الترمذي، حدیث:2657، ابن ماجہ، حدیث:232) اور فہم صحیح کا دار و مدار بھی مضبوط حفظ پر ہے۔ اس حفظ حدیث کا ثمرہ اور فائدہ اسی وقت حاصل ہوتا ہے جب حدیث کا مکمل فہم حاصل کیا جائے، اس کے الفاظ کا صحیح معنی اور اس سے اخذ ہونے والے مسائل کا ادراک ہو، امام علی بن مدینیؒ فرماتے ہیں: "حدیث کے معانی کا فہم حاصل کرنا آدھا علم ہے اور آدھا علم رجال کی معرفت ہے۔" [5] امام بخاریؒ حدیث کے تفقہ کی اہمیت کو اُجاگر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "ایسی فقہ کو لازمی سیکھیں جو آپ اپنے گھر میں بیٹھے ہوئے تفکر و تدبر کے ساتھ حاصل کر سکتے ہیں، یہ حدیث کا پھل ہے اور ایسے فقیہ کا ثواب اور اس کی توقیر کسی طرح بھی ایک محدث سے کم نہیں ہے۔" [6] امام حاکم نیشاپوری فرماتے ہیں: "فقہ الحدیث کی معرفت بھی علم حدیث کا حصہ ہے کیونکہ یہ ان علوم کا ثمرہ ہے اور شریعت کا وجود اسی سے ہے، اسلامی فقہاء میں اصحاب قیاس، رائے اور جدل کی بنیاد پر فیصلہ کرنے والے ہر زمانے اور ہر شہر میں معروف تھے، حدیث کے علم کا ماہر فقہ الحدیث سے بے خبر نہیں رہ سکتا کیونکہ یہ علم کی انواع میں سے ایک نوع ہے۔" [7]

فقہ الحدیث و رجوع الی الحدیث کے آثار

صحابہ کرامؓ اور تابعین عظام قرآن و سنت پر عمل کے دلدادہ تھے، جب بھی نبی اکرم ﷺ کی کوئی حدیث ملتی تو فوراً اس پر عمل کرتے تھے، اگرچہ وہ اجتہاد سے مسائل کا استنباط کرتے تھے لیکن ان کے ہاں اولیت اور تقدم صرف اور صرف کتاب و سنت کو حاصل تھا، جب بھی کسی مسئلہ میں ان کو حدیث نبوی ﷺ کا علم ہو جاتا تو وہ فوراً اس کی طرف رجوع کر لیتے تھے۔ سلف کے عمل بالحدیث اور اس کی طرف رجوع کی بیسیوں مثالیں کتابوں میں محفوظ ہیں، ذیل میں چند مثالیں پیش کی جا رہی ہیں جن سے یہ

بات کھل کر سامنے آجائے گی کہ اگر کہیں تعارض کی صورت پیش آئی تو انہوں نے عملاً حدیث پر عمل کر کے ثابت کر دکھایا کہ وہ حدیث اور صاحب حدیث سے سچی محبت کرتے ہیں:

(1) سالم بن عبد اللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ان کے پاس اہل شام میں سے کوئی آدمی آیا اور حج تمتع کے متعلق دریافت کیا، تو ابن عمرؓ فرمانے لگے: تمتع کرنا افضل اور بہتر ہے۔ اس نے کہا: آپ کے والد گرامی تو اس سے منع کیا کرتے تھے؟ فرمایا: تو ہلاک ہو، اگر میرے باپ نے اس سے منع کیا ہے (تو کیا ہوا؟) اور تحقیق رسول اللہ ﷺ نے ایسا کیا، اور اس کا حکم دیا ہے، کیا تو میرے باپ کے قول کو لے گا یا آپ ﷺ کے حکم کو؟ عرض کی: رسول اللہ ﷺ کے حکم کو۔ فرمایا: تو پھر میرے پاس سے اُٹھ جا (اور حکم نبی ﷺ پر عمل کر)۔[8]

(2) ابن ابی ذئب بیان کرتے ہیں کہ "سعد بن ابراہیم نے ربیعہ بن ابی عبد الرحمٰن کی رائے کے مطابق ایک آدمی کے خلاف فیصلہ کر دیا، میں نے انہیں بتایا کہ اللہ کے رسول ﷺ کا فیصلہ اس کے خلاف ہے تو سعد نے ربیعہ سے کہا: یہ ابن ابی ذئب ہیں اور میرے نزدیک ثقہ ہیں اور وہ نبی ﷺ سے ایسی حدیث بیان کر رہے ہیں جو میرے فیصلے کے خلاف ہے۔ تو ربیعہ نے کہا: آپ نے اجتہاد کیا ہے اور آپ کا فیصلہ نافذ ہو چکا۔ سعد کہنے لگے: تعجب کی بات ہے کہ میں سعد کا فیصلہ تو نافذ کر دوں اور رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ نافذ نہ کروں بلکہ میں سعد بن ام سعد کا فیصلہ کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ نافذ کروں گا۔ (اس کے بعد) سعد نے فیصلے کی تحریر منگوائی، اسے پھاڑا اور مقضی علیہ (جس کے خلاف فیصلہ کیا گیا تھا) کے حق میں فیصلہ سنا دیا۔"[9]

(3) ابن وھبؒ کہتے ہیں: میں نے سنا کہ امام مالکؒ سے دورانِ وضو پاؤں کی انگلیوں کے خلال کے متعلق سوال ہو رہا تھا، انہوں نے فرمایا: یہ لوگوں پر (فرض) نہیں ہے۔ ابن وھبؒ کہتے ہیں: میں نے کچھ مہلت دی، جب لوگوں کا رش ختم ہو گیا تو میں نے عرض کی: ہمارے پاس اس عمل کی سنت (سے دلیل) موجود ہے۔ فرمانے لگے: وہ کیا ہے؟ عرض کی: حضرت مستورد بن شداد قرشی بیان کرتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کو دورانِ وضو اپنی چھنگلی انگلی سے پاؤں کی انگلیوں کے درمیانی خلا کو مَلتے دیکھا ہے۔ فرمایا: یہ حدیث حسن ہے لیکن میں نے آج سے پہلے کبھی نہیں سنی، پھر میں نے انہیں (امام مالکؒ کو) بعد میں سُنا تو وہ انگلیوں کے خلال کا حکم دیتے تھے۔"[10]

فقہ الحدیث کا ارتقاء و تاریخ

فقہ اسلامی جو رسول اللہ ﷺ کے دور اور صحابہ کرامؓ کے عہد مبارک سے اپنی خدمات انجام دے رہی تھی، لوگوں کو پیش آمدہ مسائل کا حل بطریق احسن میسر آرہا تھا اور دین اسلام کے اسرار و رموز سے خوب آگاہی حاصل ہو رہی تھی۔ پہلی صدی ہجری میں بہت سے نامور فقہاء کا ظہور ہوا جن کی فقہی بصیرت سے بہت زیادہ لوگ مستفید ہوئے، دوسری صدی ہجری کے وسط میں کوفہ میں امام ابو حنیفہؒ اور ان سے مستفید ہونے والے فقہاء کا ایک حلقہ بنا، دوسری طرف اہل حجاز جن کے مقتدا امام مالکؒ اور پھر امام شافعیؒ جیسی شخصیات تھی، اسی دور میں اہل کوفہ اور اہل حجاز کے دو مستقل مکتب فکر وجود میں آ گئے۔ جن کے بنیادی عقائد اور اصولوں میں تو موافقت تھی، اگرچہ استنباط مسائل میں بعض مصادر سے استفادہ کرنے اور ترجیح و تطبیق کے رجحانات میں یک گونہ اختلاف تھا۔ حجازی مکتبہ فکر کا طرہ امتیاز قرآن و سنت کے ساتھ براہِ راست تعلق تھا، یہ لوگ قرآن و حدیث کی عملی تعبیر

جاننے کے لیے سنت رسول اور آثار صحابہ کی تتبع میں رہتے کیونکہ دین پر عمل کے لیے یہ راستہ سب سے محفوظ اور مبنی پر احتیاط تھا۔ جبکہ اہل عراق کا امتیازی وصف درایت کے اعلیٰ معیار کو ترجیح دینا تھا، وہ چونکہ کئی مسائل میں روایات پر عقل کو ترجیح دیا کرتے تھے اس لیے وہ اہل الرائے کے نام سے مشہور ہیں۔ اہل عراق کے ہاں روایت کی بجائے عقلی معیارات کو ترجیح دینے کے متعدد اسباب ہیں جن کی تفصیلات متعلقہ کتب میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔ اس ضمن میں شاہ ولی اللہ دہلویؒ رقمطراز ہیں: "فقہ اہل الرائے کی شروعات اگرچہ آزادانہ فکر و تدبر سے ہوئی تھیں، فقہاء کی ایک جماعت آزادانہ فکر و تدبر کے ذریعے مسائل کا حل تلاش کرتی تھی، ان کا مرجع اگرچہ قرآن و سنت ہی تھے لیکن عقل و فکر کے لامحدود استعمال نے ان کو محدثین فقہاء سے الگ ایک جماعت کے طور پر متعارف کرایا جس کی پہچان اہل الرائے کے نام سے ہونے لگی۔ مابعد فقہاء نے اپنے آپ کو متقدم فقہاء کے اقوال واجتہادات کا پابند قرار دیا اور فروعی مسائل کا استخراج انہی کے اصول وضوابط کے مطابق کرنے لگے۔ گویا ان کی عقل و فکر کی جولان گاہ فقط اقوال فقہاء متقدمین تھی۔"[11]

حضرت شاہ صاحبؒ نے دونوں مکاتبِ فکر پر کھل کر اظہار فرمایا ہے، ان کے طریق اجتہاد اور طرز استنباط کو تفصیل سے بیان کیا ہے اور دونوں کے اصولوں پر روشنی ڈالتے ہوئے ان کا بہترین تجزیہ بھی پیش کیا ہے۔ اس سلسلے میں ان کی تحقیق کا حاصل یہ ہے جسے انہوں نے وصیت کی صورت میں بیان کیا ہے: "فقیر کی پہلی وصیت یہ ہے کہ اعتقاد اور عمل میں کتاب و سنت کے ساتھ تمسک کرے اور فروعی مسائل میں ان محدثین کا اتباع کرے جو حدیث اور فقہ دونوں سے پوری طرح واقف ہوں اور فقہی مسائل کو ہمیشہ کتاب و سنت پر پیش کرے جو موافق ہو، اسے قبول ورنہ بالکلیہ نظر انداز کر دے۔ امت کو اپنے اجتہادات کو کتاب و سنت پر پیش کرنے سے کبھی استغناء حاصل نہیں ہوا اور ضدی قسم کے فقیہ حضرات جنہوں نے بعض اہل علم کی تقلید کو دین کا سہارا بنا رکھا ہے اور کتاب و سنت سے اعراض ان کا شیوہ ہے، کی بات تک نہ سننا اور ان کی طرف نگاہ مت اٹھانا اور ان سے دور رہنے میں ہی خدا کا قرب تلاش کرنا۔"[12]

فقہ الحدیث کے اصول

حضرت شاہ ولی اللہؒ نے آئمہ حدیث کی فقہ یا فقہ الحدیث کے مندرجہ ذیل بنیادی اصول ذکر فرمائے ہیں جن سے یہ اندازہ بخوبی ہو جاتا ہے کہ فقہ اسلامی، اس کے اسالیب اجتہاد اور قرآن و سنت پر ان کی نگاہ کس قدر عمیق ہے، اصول ملاحظہ فرمایے:

(1) جب قرآن میں کوئی حکم صراحۃً موجود ہو تو اہل حدیث کے نزدیک کسی دوسری چیز کی طرف توجہ کی ضرورت نہیں۔

(2) اگر قرآن میں تاویل کی گنجائش ہو، مختلف مطالب کا احتمال ہو تو سنت کا فیصلہ نافذ ہو گا، قرآن کا وہی مفہوم درست ہو گا جس کی تائید سنت سے ہوتی ہو۔

(3) اگر قرآن کسی حکم کے متعلق بالکل ہی خاموش ہو تو عمل سنت پر ہو گا، چاہے وہ سنت فقہاء میں متعارف اور معلوم ہو یا نہ ہو اور انہوں نے اس پر عمل کیا ہو یا نہ کیا ہو۔

(4) جب کسی مسئلہ میں حدیث مل جائے تو کسی مجتہد اور امام کی پرواہ نہ کی جائے گی اور نہ کوئی اثر قابل قبول ہو گا۔

(5) جب پوری کوشش کے باوجود حدیث نہ ملے تو صحابہ اور تابعین کے ارشادات پر عمل کیا جائے گا اور اس میں کسی قوم اور شہر کی قید یا تخصیص نہیں ہو گی۔

(6) اگر جمہور فقہاء اور خلفاء متفق ہو جائیں تو اسے کافی سمجھا جائے گا۔

(7) اگر فقہاء میں اختلاف ہو تو زیادہ متقی اور ضابط کی حدیث قبول کی جائے گی، یا پھر جو روایت زیادہ مشہور ہو اسے لے لیا جائے گا۔

(8) اگر علم و فضل، ورع و تقویٰ اور حفظ و ضبط میں سب برابر ہیں تو اس مسئلے میں متعدد اقوال تصور ہوں گے جس پر جی چاہے عمل کرے، اس میں کوئی حرج نہیں نہ اس میں کوئی تنگی پیدا کی جائے۔

(9) اگر اس میں بھی تسکین بخش کامیابی نہ ہو تو قرآن و سنت کے عمومات، اقتضاء اور ارشادات پر غور کیا جائے گا اور مسئلہ زیرِ بحث کے نظائر کے حکم کو دیکھا جائے گا اور اسی کے مطابق مسائل کا حل تلاش کیا جائے۔[13]

فقہ الحدیث کے اہم مصادر

علم حدیث کی تدوین میں اصل پیمانہ حدیث نبوی کا حصول اور اس کی حفاظت ہے لیکن جمع حدیث کے ساتھ ساتھ یہ محدثین کی فقہ اور استنباط کی جولان گاہ بھی ہے۔ اسلامی تراث کے ذخیرہ میں فقہ الحدیث کے متعلق بے شمار کتابیں موجود ہیں، چند ایک اہم مصادر و مراجع کا ذکر کیا جاتا ہے:

اول: امہات کتب الحدیث

جن محدثین نے اپنی کتابوں کے اندر احادیث کو جمع کیا اور ان کو فقہی ترتیب دی، ان میں حدیث کی مختلف قسم کی کتابیں شامل ہیں:

(1) جوامع: وہ کتابیں جن کے مؤلفین نے صحیح احادیث کے ذخیرہ کو ابواب فقہیہ پر مرتب کیا اور اس میں عقائد اور اخلاقیات بھی شامل ہیں، جیسے صحیح بخاری، صحیح مسلم اور جامع ترمذی وغیرہ۔ ان کتابوں میں سے صحیح بخاری ایک ایسی عظیم الشان کتاب ہے کہ جس میں فقہ الحدیث کا ایک بہت بڑا ذخیرہ سمو دیا گیا ہے، اس کے تراجم ابواب آیات قرآنیہ، احادیث نبویہ، اقوال صحابہ اور تابعین سے بھرے پڑے ہیں۔ جس کے بارے میں ایک مسلمہ حقیقت زبان زدِ عام ہے کہ "فقہ البخاری فی تراجمہ" امام بخاریؒ نے اپنی فقہ تراجم ابواب میں سمو دی ہے۔ ایسے ہی امام ترمذی نے فقہی تبویب کے ساتھ ساتھ امتیازی کام یہ کیا کہ معروف ائمہ اور فقہاء کے مذاہب بھی نقل کیے اور اپنا رجحان بھی ظاہر فرمایا۔

(2) سنن: وہ کتابیں جنہیں فقہی ترتیب سے مرتب کیا گیا ہے۔ اس نوع کا اہم ذخیرہ سنن ابوداؤد، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ اور سنن دارقطنی وغیرہ کتب ہیں۔

(3) صحاح: جن کے مصنفین نے فقہی ترتیب سے احادیث کو جمع کیا ہے اور اکثر طور پر صحتِ حدیث کا بھی خیال رکھا ہے جیسے صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابن حبان، صحیح ابن السکن وغیرہ۔

(4) مستدرکات و مستخرجات: یہ تکمیلی کتابیں ہیں جن میں بعض محدثین نے کچھ مخصوص کتابوں کو سامنے رکھتے ہوئے ان کی شروط پر پورا اُترنے والی احادیث کو الگ تصنیف میں جمع کر دیا، جیسے صحیحین پر لکھی جانے والی امام حاکم کی کتاب "المستدرک علیٰ الصحیحین"۔

دوم: کتب احکام

جن کتابوں میں صرف احادیث احکام کو فقہی ترتیب سے جمع کر دیا گیا ہے جیسے الاحکام الکبریٰ اور الاحکام الصغریٰ علامہ محمد عبدالحق اشبیلی کی، بلوغ المرام من ادلۃ الاحکام حافظ ابن حجر کی اور عمدۃ الاحکام فی عبدالغنی بن عبدالواحد مقدسی کی۔

سوم: کتب تخریج

کتبِ تخریج سے مراد وہ کتابیں ہیں جن میں بعض مخصوص کتابوں کی احادیث کی تخریج کی گئی ہے جیسے نصب الرایۃ فی تخریج احادیث الہدایۃ وغیرہ۔

چہارم: شروح حدیث

اس سلسلے کا اہم ذخیرہ حدیث کی امہات کتب کی شروح ہیں جن میں بہت زیادہ جامعیت اور احکام پر مفصل بحث ہوتی ہے، جیسے فتح الباری از حافظ ابن حجر، تحفۃ الأحوذی شرح جامع الترمذی از علامہ عبد الرحمن مبارک پوری، مرعاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح از علامہ عبید اللہ رحمانی، سبل السلام فی شرح بلوغ المرام از علامہ صنعانی اور دیگر بہت سی کتب شامل ہیں۔

فقہ الحدیث کے خصائص و امتیازات

(1) قرآنی مصالح و اسرار

سب سے اعلیٰ اور مقدم خصوصیت جو فقہ اہل حدیث کو حاصل ہے وہ مسائل فقہ کا ان مصالح اور اسرار پر مبنی ہونا ہے جس کو قرآن نے نصاً بتایا ہے یا جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا یا آپ کی تقریر سے یا اس موقع سے جس محل میں حدیث وارد ہوئی تھی خود آنحضرت ﷺ کے اصحاب نے سمجھا تھا۔ احکام شرعیہ کے متعلق شروع سے ہی دو فرقے ہو گئے تھے، ایک جماعت کے نزدیک یہ احکام تعبدی احکام ہیں ان میں کوئی مصلحت اور راز نہیں ہے، مثلاً شراب نوشی یا فسق و فجور صرف اس لیے ناپسندیدہ ہیں کہ شریعت نے ان سے منع کیا ہے۔ دوسرے گروہ کا خیال ہے کہ شریعت کے تمام احکام مصالح پر مبنی ہیں البتہ بہت سے مسائل ایسے ہیں جن کی مصلحتیں بتائی نہیں گئی ہیں، پھر جو لوگ قائل ہیں کہ احکام شریعت کی بنیاد مصالح اور اسرار پر ہے ان میں بھی دو فرقے ہو گئے، پہلا فرقہ کہتا ہے جس قدر مسائل و احکام کے مصالح و اسرار قرآن کی نصوص میں بتائے گئے ہیں یا جناب رسول اللہ ﷺ نے بتائے یا صحابہ نے قرائن سے معلوم کیے وہ تو ٹھیک ہیں بقیہ وہ مسائل جن کی مصلحتیں نہیں بتائی گئیں، ان میں بہت سی مصلحتیں اور اسرار مخفی ہیں۔ ان میں ہم غور و فکر کر سکتے ہیں، اگر وہ مصالح ہماری سمجھ میں آ گئے تو ہمارے لیے شکر کا مقام ہے لیکن ان مصالح کو ہم اس حکم کی علت قرار دے کر ان سے مسائل و احکام کا استخراج کریں اور قانون شریعت بنائیں یہ منصب کسی کو نہیں ملا کیونکہ اولاً تو مصلحت خود ایک خیالی چیز ہے، اس پر قیاس اور تخریج در تخریج اور ظن در ظن قابل اعتبار نہیں، یہ جماعت فقہائے محدثین کی ہے۔ دوسرا فرقہ فقہائے اہل الرائے کا ہے، ان کے نزدیک اپنی عقل و رائے سے مصلحت قائم کر کے اس کو مسئلہ کی علت قرار دینا صحیح ہے اور اس سے مسائل کی تخریج کی جا سکتی ہے۔

(2) اعتدال اور آسانی

فقہ اہل حدیث کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ اس میں مسائل آسانی اور اعتدال پر مشتمل ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر اس مصلحت کی صراحت کی گئی ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے: " يُرِيدُ الله بِكُمُ اليسر وَلاَ يُرِيدُ بِكُمُ العسر "[14] اللہ تعالیٰ تم لوگوں کے ساتھ آسانی کرنا چاہتا ہے، سختی نہیں چاہتا۔"

جناب رسول اللہ ﷺ کا بھی فرمان ہے: "بعثت بالحنيفية السمحة"[15] "مجھے نرم اور آسان شریعت دے کر بھیجا گیا ہے" لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ قوانین شریعت ہوا پرستی سے نہایت دور رکھے گئے ہیں۔ فقہائے محدثین نے اپنے اجتہاد و استنباط میں مصلحت کی خوب رعایت اور پاسداری کی اور ان کے مسائل اجتہادیہ افراط و تفریط سے محفوظ رہے۔ اعتدال اور آسانی کی مثال کے طور پر وہ مسئلہ پیش کیا جا سکتا ہے جسے امام نسائی نے فاقد الطہورین کے مسئلہ میں ایک عنوان کے تحت ذکر کیا ہے: "باب فیمن لم یجد الماء ولا الصعید" "کہ جب انسان کو پانی اور مٹی دونوں نہ ملیں تو کیا کرے؟" اور بطور دلیل جو روایت پیش

کی ہے وہ یہ ہے:"عن عائشة قالت: بعث رسول الله اسيد بن حضير وناسا يطلبون قلادة كانت لعائشة نسيتها في منزل نزلته، فحضرت الصلوٰة وليسوا على وضوء، ولم يجدوا ماء فصلوا بغير وضوء، فذكروا ذٰلك لرسول الله، فانزل الله عزوجل آية التيمم"[16] حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ ایک سفر کے دوران پڑاو کے مقام پر وہ اپنا ہار بھول گئیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اسید بن حضیر اور چند لوگوں کو اس کی تلاش میں بھیجا۔ نماز کا وقت ہو گیا اور انھوں نے وضو کرنا تھا مگر پانی نہ تھا۔ انھوں نے بغیر وضو کے نماز ادا کرلی۔ جب انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس اس کا ذکر کیا تو اللہ نے تیمم کی آیت نازل فرمادی۔

مذکورہ بالا روایت سے مٹی کے نہ ہونے کا استدلال بڑا دقیق ہے چونکہ اس واقعے تک آیت تیمم نہ اُتری تھی، مٹی کے ہوتے ہوئے بھی وہ اسے طہارت حاصل کرنے کے لیے استعمال نہ کرسکتے تھے لہٰذا امام نسائی نے اس سے عدم وجود صعید پر استدلال فرمایا اور مسئلہ ثابت کر دیا کہ اگر آج بھی کسی کو پانی اور مٹی دونوں دستیاب نہ ہو سکیں اور نماز کا وقت ہو جائے تو وہ نماز چھوڑے گا نہیں بلکہ وضو کے بغیر ہی نماز پڑھ لے گا اور فرض کی ادائیگی سے عہدہ برآ ہو جائے گا۔

(3) صحیح دلائل کا انتخاب

تدوین حدیث محدثین کا بے نظیر کارنامہ ہے، احادیث کو جمع کرنے کے ساتھ ساتھ محدثین نے یہ کوشش بھی کی کہ صحیح دلائل کو جمع کیا جائے، پہلی اور دوسری صدی میں ترتیب پانے والے مجموعوں میں صحابہ کرامؓ کے اقوال بھی بکثرت موجود تھے پھر امہات کتب السنۃ میں اصل توجہ مرفوع احادیث پر مرکوز کی گئی۔ اس کے ساتھ ساتھ سند کے ثبوت کے لیے انتہائی کڑا معیار قائم کیا گیا۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں خالص صحیح احادیث کو جمع کیا گیا، ان کے علاوہ دیگر کتب حدیث میں بھی صحیح روایات ہی غالب حصہ ہیں، بعض کتابوں میں اگر کچھ کمزور روایات آئی ہیں تو ان کے سبب ضعف کی طرف اشارہ کر دیا گیا ہے۔ ان کے علاوہ صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان میں بھی مصنفین نے قوی احادیث کو جمع کرنے کی کوشش کی ہے اور ان کی تبویب میں اپنی فقاہت کا خزانہ سمو دیا ہے۔ یہ ایک ایسا امتیاز ہے جو مروجہ کتب فقہ میں موجود نہیں۔

اس سے قبل احادیث صحیحہ کے ایک جگہ جمع نہ ہونے کی وجہ سے مجتہدین کے بہت سے ایسے مسائل مروج ہو گئے تھے جن کی بنیاد صحیح احادیث پر نہ تھی۔ محدثین نے ایک بڑا کام یہ کیا کہ صحیح احادیث کو انتخاب کر کے انہیں ایک جگہ پر جمع کر دیا اور عملی طور پر دکھا دیا کہ ان سے تمام مسائل اور احکام کا استنباط کیا جا سکتا ہے۔

(4) نصوص کا قوی پہلو

ایک بہت بڑی خصوصیت جو فقہ اہل حدیث کو حاصل ہے وہ یہ ہے کہ عموماً ان کے استدلال میں نصوص کا پہلو قوی ہوتا ہے اور یہ خصوصیت فقہ اہل حدیث کو صرف احادیث نبویہ ﷺ کی خدمت کی بدولت حاصل ہوئی۔ مثلاً امام بخاریؒ کو دیکھیے جنھوں نے صحیح حدیثوں کو جمع کیا اور ان پر استنباط مسائل کے لیے مجتہدانہ نظر ڈالی تو اہل الرائے کے بہت سے مسائل نصوص احادیث کے خلاف پائے، اس لیے انہوں نے استنباط مسائل کے ساتھ کسی کی شخصیت کو مجروح کیے بغیر ان کے مسائل پر تعریض کرتے ہوئے نصوص کے موافق مسائل کی وضاحت فرمادی، اس کے علاوہ کبھی وہ پیش روائمہ کے اختلافی مسائل کی ترجیح بھی استدلالی پہلو سے بیان کرتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام المحدثین کی نگاہ ایک اور اہم کام پر لگی ہوئی تھی اور وہ یہ کہ تمام حدیثی قواعد وفوائد کے ساتھ ساتھ ان قیاسی مسائل کا پُرزور رد بھی پیش کیا جائے جن پر جمود ہو چلا تھا۔[17]

بعض مسائل احادیث کے خلاف ہونے کے باوجود بعض مقامات پر رواج پاگئے تھے، امام بخاری نے اپنی کتاب میں ان کی نشاندہی بھی کی اور یہ بات بڑی ہمت والی تھی کیونکہ اہل الرائے کے مسائل قیاسیہ کی ترویج میں بعض سلطنتیں بھی شریک

تھیں۔ امام بخاری علیہ الرحمہ نے زیادہ تر تدوین احادیث میں ان کی تردید اشارہ، کنایہ اور تعریض کی صورت میں کی جو کہ "والکنایۃ ابلغ من التصریح" کی مصداق ہے۔ محدثین کے اس انداز سے احترام باہمی اور اختلاف کی صورت میں حُسن اختلاف کو اختیار کرنے کا بھی ایک سلیقہ اور سبق ملتا ہے۔ اس سلسلہ میں امام بخاری نے مجتہدانہ بصیرت اور دلائل کے ساتھ محکم رد کیا اگرچہ ان مسائل کو مسلمہ اصول ہی سمجھ لیا گیا ہو۔ اس طرح کے بہت سے اصولوں پر مضبوط رد ملاحظہ کرنے کے لیے صحیح بخاری کی کتاب الاعتصام بالکتاب والسنہ کا مطالعہ مفید رہے گا۔

(5) دقتِ استنباط

محدثین فقہاء کرام میں یہ وصف کثرت سے پایا جاتا ہے کہ وہ مسائل کے استنباط میں بڑا علمی، لطیف اور دقیق انداز استعمال کرتے ہیں، یہ چیز قاری کو مشکل میں ڈالنے اور اس پر عبارت کو مغلق بنانے کے لیے نہیں ہوتی بلکہ مقصود یہ ہوتا ہے کہ قاری کے ذہن میں وسعت، فقاہت میں فراخی اور استدلال میں پختگی پیدا ہو جائے۔ مثلاً امام بخاری بہت دفعہ ظاہر کی بجائے مخفی انداز استدلال کو زیادہ ترجیح دیتے ہیں۔ جیسا کہ انھوں نے اپنی صحیح میں حدیث نمبر (۳۷۱) کو(۳۳) مرتبہ ذکر فرمایا ہے جس میں غزوہ خیبر کے موقع پر صفیہ بنت حیی کے ساتھ شادی کا تذکرہ ہے۔ حدیث ایک، الفاظ ایک لیکن اس سے ۳۳ مختلف مسائل کا استنباط فرمایا جو فقہ الحدیث اور ان کی فقاہت کی عظمت پر واضح دلیل ہے۔

امام نسائیؒ نے بھی استخراج مسائل میں امام بخاری جیسی دقت سے کام لیا۔ مثال کے طور پر کتاب الطہارۃ میں عنوان قائم کرتے ہیں: "باب الرخصۃ فی السواک بالعشی للصائم" کہ روزے دار کو سہ پہر کے وقت مسواک کرنے کی اجازت ہے لیکن جو روایت بطور دلیل لائے ہیں وہ یہ ہے کہ "لولا اَن اَشق علیٰ اُمتی لاَمرتھم بالسواک عند کل صلوٰۃ"[18]

مولانا عطاء اللہ حنیف فرماتے ہیں: "قولہ کل صلوٰۃ: فیہ دلالۃ علیٰ انہ لامانع من ایجاب السواک عند کل صلوٰۃ الامایخاف من لزوم المشقۃ علیٰ الناس، ویلزم منہ ان یکون الصوم غیر مانع من ذالک، ومنہ یؤخذ ماذکرہ المصنف من الترجمۃ" کہ اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ ہر نماز کے وقت مسواک فرض کرنے سے جو چیز مانع ہے وہ صرف اور صرف لوگوں پر ہونے والی مشقت ہے، جس سے یہ بات لازم آتی ہے کہ روزہ اس سے مانع نہیں ہے اور اسی سے امام صاحبؒ نے ترجمہ قائم کیا ہے۔ آگے فرمایا: "وھذا من المصنف استنباط دقیق وتیقظ عجیب" کہ مصنف کا یہ استدلال بہت باریک اور عجیب قسم کی بیداری ہے۔[19] یہ استدلال بطریق اشارۃ النص ہے۔

(6) جامعیت

فقہ کا بہت بڑا حصہ جس سے دنیوی ضرورتیں متعلق ہیں وہ معاملات کا ہے اور یہی وہ موقع ہے جہاں ہر مجتہد کی دقتِ نظر اور نکتہ شناسی کا پورا اندازہ ہوتا ہے۔ امام بخاریؒ کے زمانہ میں سلطنت عباسیہ میں تمدن میں بڑی وسعت پیدا ہو گئی تھی، اسلامی سلطنت کا دائرہ نہایت وسیع ہو گیا تھا، قوموں کے ساتھ میل جول کی وجہ سے معاملات کی ہزاروں نئی صورتیں پیدا ہو گئی تھیں، فقہاء محدثین کی تصنیف کردہ کتب میں یہ خصوصیت بہت نمایاں ہے کہ ان میں جامعیت پائی جاتی ہے۔ مسائل فقہیہ، عقائد، تفسیر غرض ہر موضوع پر مواد دستیاب ہوتا ہے، اگرچہ کتب محدثین میں سے بھی بعض کو جامع اور بعض کو سنن میں شمار کیا جاتا ہے اور مؤخر الذکر میں ترتیب فقہی ہوتی ہے لیکن فقہی ترتیب ہونے کے باوجود ترمذی اور نسائی میں عقائد و تفسیر دونوں پر مواد ملے گا جس سے پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے اگرچہ ترتیب فقہی رکھی ہے لیکن مسائل زندگی سے اعراض نہیں کیا اور پیش آمدہ مسائل کا احاطہ کرنے کی کوشش کی ہے۔

(7) **فرضی مسائل سے اجتناب**

فقہ الحدیث اور اس فن کی کتب میں فرضی مسائل سے اجتناب کا پہلو پایا جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ شریعت اسلامیہ کا ایک اصول ہے کہ جب تک کوئی واقعہ پیش نہ آئے، اس کے بارے میں سوال نہ کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "لا تسئلوا عن اشياء ان تبد لكم تسؤكم" ترجمہ: ایسی چیزوں کے بارے سوال مت کرو کہ اگر (ان کی حقیقتیں) تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تمہیں بری لگیں۔[20]

اسلام نے اس چیز کو ناپسند کیا ہے کہ کوئی شخص بغیر ضرورت کے سوال کرے یا اپنی طرف سے فرضی مسائل کھڑے کرتا جائے۔ صحیح بخاری شریف میں ہے: "رسول کرم ﷺ کا فرمان ہے: "ان اعظم المسلمین فی المسلمین جرما من سأل عن شئ لم یحرم فحرم من اجل مسألتہ" ترجمہ: مسلمانوں میں سے بڑا مجرم وہ ہے کہ جس نے کسی ایسی چیز کے متعلق سوال کیا کہ اس سے پہلے وہ حرام نہ تھی لیکن اس کے سوال کی بناء پر حرام کر دی گئی۔[21] اسی طرح آپ ﷺ کی عادت مبارکہ تھی: "کان ینھی عن قیل و قال و کثرۃ السؤال واضاعۃ المال" قیل و قال اور کثرت سوال اور مال کے ضیاع سے منع فرمایا کرتے تھے"[22] مزید یہ کہ آپ ﷺ سے جب لعان کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے وقوع سے قبل سوال کرنے کو ناپسند کیا: "وعابھا حتیٰ ابتلی بہ السائل عنہ قبل وقوعہ بذلک فی أھلہ" اور اس کے قبل از وقوع سوال کرنے کو عیب گردانا حتیٰ کہ سائل خود اس کے ساتھ آزمایا گیا"[23]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں: ہمیں اس بات پر خوشی ہوتی تھی کہ دیہاتیوں میں سے کوئی آدمی آئے اور رسول اللہ ﷺ سے سوال کرے۔ تو ایک آدمی آیا اور اس نے کہا کہ اللہ کے رسول! قیامت کب آئے گی؟۔۔۔ پھر اس میں تفصیلی جواب کا ذکر ہے۔[24]

(9) **قرآن وحدیث کی باہمی مطابقت**

فن فقہ الحدیث کی ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ قرآن وحدیث دونوں کو ایک ساتھ لے کر چلتا ہے۔ اس میں قرآن کی تشریح حدیث سے اور حدیث کی قرآن سے تشریح کی جاتی ہے اور دونوں کو یکساں شرعی ماخذ کی حیثیت دی جاتی ہے۔ امام بخاریؒ کی صحیح میں اس کی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔ امام صاحب ترجمۃ الباب قائم کرکے بطور استدلال قرآنی آیات، احادیث وآثار لے آتے ہیں۔

(10) **قرون مفضلہ میں مروجہ فقہ کی عملی تصویر**

محدثین کے مکتب فکر کی کتب میں یہ بات نمایاں طور پر نظر آتی ہے کہ ان میں خیر القرون کی مروجہ فقہ، استنباط اور استدلال کی جھلک نمایاں پائی جاتی ہے۔ اس میں صحابہ کرامؓ کے فتاویٰ، ان کے اقوال وآثار اور قرآنی آیات واحادیث نبویہ ﷺ کی تشریحات کو بڑے خوبصورت انداز میں مرتب کیا گیا ہے۔ اس کا بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ مختلف فیہ مسائل میں خیر القرون کے لوگوں کی ترجیحات معلوم ہو جاتی ہیں اور فیصلہ کرنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔ مصنف عبد الرزاق اور مصنف ابن ابی شیبہ اس طرز کی کتب ہیں۔ یہ کتب آج بھی فقہ حدیث میں سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی مد نظر رہے کہ اگر کسی جگہ حدیث نبوی اور قول صحابی میں کسی طرح سے تناقض آجائے تو محدثین کا شیوہ یہ ہے کہ وہ حدیث رسول کو ترجیح دیتے ہیں۔

(11) **غیر متعصبانہ رویہ**

محدثین کی فقہ سے ایک اور نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ انہوں نے حدیث کو سمجھا، اس پر باب قائم کرکے مسئلہ اخذ کیا لیکن مخالف کے دلائل کا ذکر بھی ساتھ ہی کر دیا۔ ترجمۃ الباب قائم کرکے اگرچہ انہوں نے راجح قول اور اپنے رجحان کی طرف اشارہ کر دیا لیکن قاری کو طرفین کے دلائل سے آگاہ کرنے اور اسے تحقیق کی دعوت دینے کی خاطر مخالف کے دلائل کا ذکر بھی کر دیا

اور فیصلہ قاری پر چھوڑ دیا کہ آپ جسے دلائل کے ساتھ راجح سمجھیں اس پر عمل کریں۔ فقہ الحدیث کے تمام ائمہ اس طریقہ و اسلوب پر کاربند رہے۔ مثلاً امام ترمذی اور امام نسائی نے اگر رفع الیدین کے اثبات کا باب قائم کر کے اپنے رجحان کا اشارہ دیا ہے تو ترک رفع الیدین کا باب قائم کر کے فریق ثانی کی دلیل کی طرف بھی اشارہ کر دیا ہے۔[25]

خلاصہ بحث

بعض اہل علم کے نزدیک شرعی احکامات و ہدایات تعبدی ہیں۔ تعبدی یا غیر معقول المعنی سے مراد ہے کہ ہمیں ان احکام کے اسرار و رموز معلوم کرنے کی ضرورت نہیں جن پر حکم کا دارو مدار ہے۔ دوسری طرف جمہور اہل علم کا کہنا ہے کہ شرعی احکام اسرار و رموز اور علل و حِکم پر مبنی ہیں اور انھیں جاننے کی کوشش کرنی چاہیے۔ علمائے فقہ الحدیث کے مطابق یہ اسرار و علل بھی قرآن و سنت کی نصوص ہی سے معلوم کی جائیں گی، اپنی رائے سے علل اخذ کرنے کی کوشش فساد کا سبب ہے۔ اس طریقے پر مرتب کی گئی فقہ ہی حقیقتاً جامع اور تعصب سے بالاتر ہو سکتی ہے اور یہی عملاً قرونِ فاضلہ میں مروج تھی جس میں قرآن و سنت میں مطابقت کے ذریعے مصالح پر مشتمل اعتدال اور آسانی والا موقف اختیار کیا گیا ہے۔

References

[1] Al-Tahhān, Mahmūd bin Ahmad, Taīsīr Mustalah al-Hadīth, (Al-Riyaḍ: Maktabah Al-Maʿārif li-nashri wal-taūzīe, 2004), 14-
[2] Nūrpurī, Abdul Mannān, Mir'aāt al-Bukhārī, 91
[3] Al-Tībī, Al-Khulāsah fī usūl al-Hadīth, 62-
[4] Al-Asqalānī, Ibne Hajr, Fat'hul bārī, (Beirūt: Dār al-M'arifah, 1379 AH), 1: 11.
[5] Al-Zahabī, Muhammad bin Ahmad, Siyar aalām al-Nubalā ((Beirūt: Mu'assasah al-Risālah, 1985), 18:11.
[6] Abul Fazl, ayyāz bin mūsā, Al-ilmā ilā ma'rifah usūl al-riwāyah (Qāhirah, Dārul Turāth, 1970)
[7] Hākim, Muhammad bin Abdulllāh, Ma'rifah ulūm al-hadīth (Beirūt: Dār al-Kutub al-'Ilmiyah, 1977), 63.
[8] Abū ya'lā, Ahmad bin Alī, Musnad abī ya'lā (Dimashq: Dārul Ma'mūn lil Turāth, 1984), 13:1317.
[9] Ibn asākar, alī bin Hasan, Tārīkh Dimashq (Baīrūt: Dārul Fikr, 1995), 7:51.
[10] Ibn abī Hātam, Abdul Rahmān bin Muhammad, Al-Jarh wal Ta'Dīl (Baīrūt: Dār Ihyā al-Turāth al-Arbī, 1952), Preface, 31.
[11] Shāh Walīullh, Hujjat-ullāh al-Bālighah, 1:683.
[12] Shāh Walīullāh,Tafhīmāt-e-ilāhiyyah, 2:240.
[13] Shāh Walīullh, Hujjat-ullāh al-Bālighah, 1:149.
[14] Al-baqarah 2:185.
[15] Al-albānī, Al-Silsilah al-Sahīhah, Hdith:2924
[16] Al-nasā'ī, Ahmad ibn al-Shu'eb, Sunan Al-nasā'ī (Multan: Dār al-Ḥadīth)
[17] Mubārakpūrī, Abdul Salām, Sīrah al-Bukhārī, P:327-328.
[18] Al-nasā'ī, Ahmad ibn al-Shu'eb, Sunan Al-nasā'ī (Multan: Dār al-Ḥadīth), Hadīth:07.
[19] Bhūjyānī, Atā-ullāh, Al-Talīqāt Alā al-Nasā'iī, 3.
[20] Al-Māidah 5:101.
[21] Al-Bukhār, Muhammad bin Ismāīl 256H, Al-jāme al-Sahīh (Baīrūt-lubnān: Dār-ul-kutub-al-ilmiyyah), Bāb:7289.
[22] Al-Bukhār, Muhammad bin Ismāīl 256H, Al-jāme al-Sahīh (Baīrūt-lubnān: Dār-ul-kutub-al-ilmiyyah), Hadīth:6473.
[23] Ibid, Kitāb al-Tafsīr, Hadīth:4745.
[24] Ahmad bin Hanbal, Musnad Ahmad, Hadīth:12013.
[25] Nasā'ī, Ahmad ibn al-Shu'eb, Sunan Al-nasā'ī (Multan: Dār al-Ḥadīth), Hdīth:255,257.